



طاہر قریشی

ماہرین کا خیال ہے کہ زیرِ آب جہانوں میں جس قدر ہلاکت خیز اور فوج بہ فوج مخلوقات آباد ہیں خشکی پر اس کا عشر عشر بھی نہیں وہ بھی سمندر سے نکلی ہوئی ایک عام صدف تھی مگر اس کی خصوصیات عجیب تھیں۔ اس کے اندر موسیقی گو نجبتی تھی۔

ایک مہینہ کر دینے والی دُھن کی داستانِ عجیب

میں اس وقت بھی چٹانوں میں دبکا ہوا بیٹھا تھا جہاں ہر طرف سکون اور سناٹا تھا۔ جب ڈینی کو یہ گھونگھلا تھا، میں وہاں سے دیکھ سکتا تھا کہ یہ گھونگھلا ذرا عجیب ہے۔ اس کی شکل عام سے صدف جیسی نہیں تھی۔ یہ خاصا مختلف سا تھا۔ سورج کی روشنی اس کے جسم پر پڑتی تھی تو یہ چمک اٹھتا تھا یہ بھاری بھی لگتا تھا۔ اس کی شکل ذرا مخروطی سی تھی بہر حال اس کی جو شکل تھی غالباً اسی کی بنا پر وہ کچھ ہوا تھا جو بعد میں پیش آیا تھا یا پھر ہو سکتا ہے اس شیل کے اندر کوئی اور چیز رہی ہو۔ جو کچھ بھی ہو ڈینی کے لیے یہ شے فوری طور پر خوب تھی۔

ڈینی۔ خاصا کڑیل جوان تھا۔ اس کے بال سنہرے تھے اور ایسے رنگ کے تھے جو تمام دن بیچ پر گھومنے والوں کے ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے اس لڑکے کے پاس دولت بھی ہوگی۔ کیونکہ یہ جس گاڑی میں آیا تھا وہ مہنگی تھی۔ ایک اسپورٹ کار۔

اچھا ہوتا کہ یہ مفلس ہوتا۔ ایسی صورت میں اس کے پاس ساحل پر آوارہ گردی کا وقت ہی نہ ہوتا۔ ظاہر ہے پھر اسے یہ شیل بھی نہ ملتا مگر اسے یہ مل گیا تھا اور کسی بچے کی مانند اس نے اسے کان سے لگا لیا تھا۔ اسی موقع پر مجھے احساس ہوا تھا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس شیل کے ساتھ۔ یہ مڑا ہوا سا گھونگھلا جسے سمندر نے ریت پر لا پھینکا تھا۔ کوئی نادر سی شے

اس کے چہرے پر انتہائی عجیب سا تاثر اس وقت ابھرا تھا جب اس نے گھونگھے گو کان سے لگا کر سنا تھا۔ بس ایسا لگا تھا جیسے دنیا بھر کی دولت اس کے ہاتھ لگ گئی ہو یا اسے کسی بادشاہ کے حرم کا مالک بنادیا گیا ہو۔ جبکہ صرف ذرا دیر پہلے اس کے چہرے پر خوشی کا سایہ تک نہ تھا۔

مجھے بالکل پتا نہ تھا کہ یہ ہے کون اور کس وقت اس نے یہ گھونگھلا اٹھایا تھا میں ابھی تک نہیں جانتا، سوائے اس کے کہ عورت نے اسے ڈینی کہہ کر آواز دی تھی اور یہ اس واقعے کے بعد کی بات ہے۔ وہاں عورتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔

اس صبح کو پہلی بار میں نے یہ گھونگھلا دیکھا تھا۔ میں دراصل ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو ساحل پر چیزیں چنے جاتے ہیں اور پھر جو کچھ ہوا میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ عادت ٹھیک ہی ہے۔ یہ ایک سبق ہے جسے میں نے کافی پہلے پڑھ لیا تھا۔

میں یہاں دراصل مچھلی کے شکار کے لیے آیا کرتا تھا اور کچھ ایسی دور افتادہ چٹانوں کے پیچھے بیٹھتا تھا جہاں پر یہاں آنے والے بھولے بھٹکے سیاحوں کی نگاہوں سے محفوظ رہا جاسکتا تھا۔ یہ بھی جان لیں کہ شکار چھنے کی بھی مجھے زیادہ پروا کبھی نہیں رہی۔ مجھے تو بس اس جگہ بیٹھ کر کف اڑاتی بکھرتی موجوں کو دیکھنے اور سمندر کی آوازیں سننے ہی میں لطف آتا۔



پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لیے رابطہ
وائس ایپ نمبر 03045503086

کر اپنی لائن کو لہروں پر ابھرتے ڈوبتے دیکھنے لگا تھا۔ میرے لیے سمندر کے اندر عجیب سی کشش تھی۔ اس کی خاموشی اور شور دونوں مجھے پسند تھے اور میں سوچا کرتا تھا شاید میں خود بھی سمندر کا ایک حصہ ہوں۔

☆

اسی سہ پہر کو وہ ایک لڑکی کو وہاں لے آیا تھا۔ ساتھ میں وہ کچھ سامان بھی لایا تھا۔ ایک ریڈیو، شراب، آئس باکس اور ایک کمبل اور کچھ کھانا۔

وہ لڑکی خاصی دلکش تھی۔ لابی، سڈول اور پر شباب تھی اور اخروٹی بالوں والی تھی۔ اس کے چہرے سے پتا چلتا تھا کہ یہ عورت خاصی مطلبی ہوگی اور کاروباری بھی۔ بلا معاوضہ کسی کے کام نہ آنے والی۔

انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ دونوں یہاں زیادہ دیر تک ہرگز نہیں رکیں گے۔ میں اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ حالانکہ میرا جی چاہا تھا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ انہوں نے کمبل بچھایا۔ کچھ شراب پی۔ اس کے بعد ڈینی نے معاملے کی بات شروع کر دی۔

یہ جگہ خاصی دور افتادہ ہے حالانکہ روڈ سے قریب ہے مگر چٹانوں میں چھپی ہوئی۔ اس جگہ لہریں بہت تند ہوتی ہیں، کوئی ان میں تیراکی نہیں کر سکتا۔ لہذا بیچ کا یہ حصہ سنان رہتا ہے۔

تھی۔

وہ اسے دھیان سے کچھ دیر سنتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اسے چٹانوں کی طرف اس طرح لے گیا تھا جیسے یہ سونے کا بنا ہوا ہو۔ اس نے ریت میں ایک سوراخ کیا تھا اور اسے اسی شگاف میں احتیاط سے دفن کر دیا تھا تاکہ کسی کو اس کا علم نہ ہو سکے۔

اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی کمینہ سی آنکھوں میں نمی سی تھی جو اس طرح چیزوں کو دیکھ رہی تھیں جیسے ایسی چیزیں کسی نے نہ دیکھی ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سمندر سے آنے والی ہوا ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ میں نے آسمان کی سمت دیکھا۔ ایک بھاری سے بادل نے سورج کو ڈھانپ لیا تھا۔ ظاہر ہے اس اکلوتے بادل کی وجہ سے سردی نہیں بڑھ سکتی تھی مگر میں کپکپا رہا تھا اور یہ کپکپی مجھے یاد ہے کچھ اسی طرح کی تھی جب میں نے ایک بار سمندر میں ایک شارک کو تیرتے دیکھا تھا اور مجھے ایک ”ایبالون شیل“ کا جسم اس طرح نظر آیا تھا جیسے اسے کسی نے بری طرح چیر پھاڑ کے رکھ دیا ہو۔ تب میں نے سوچا تھا خدا جانے اس سمندر کے اندر کیسی کیسی ہولناک چیزیں اور مخلوقات بھری ہوئی ہیں۔

مگر ہوا ایک بار پھر گرم ہو گئی تھی اور میں اطمینان سے بیٹھ

سوائے میرے ادھر کوئی نہیں ہوتا۔ ڈینی جیسے لوگوں کے لیے بھی یہ جگہ بری نہیں کیونکہ یہاں مداخلت کا امکان نہیں۔ ڈینی نے وہ جگہ کھودی اور چھپا ہوا شیل نکال لیا۔ میں نے عورت کو دیکھا جس کے چہرے پر تجسس موجود تھا۔ سمندری شیل سے بھلا اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ البتہ اگر یہ دس ڈالر کے نوٹ میں لپٹا ہوتا تو شاید بات اور ہوتی لیکن جب اس نے اسے ہاتھ میں لیا تو اس کے تاثرات بدل گئے۔

ڈینی نے اس سے کہا تو اس نے شیل کے کھلے ہوئے بڑے حصے کو اپنے کان سے لگا لیا، پھر ایسا لگا جیسے وہ سحرزدہ ہو گئی ہو۔ اس کا منہ کھل گیا۔ اس نے شیل کو کان سے نہیں ہٹایا۔ بس گردن ہلا دی۔ اس طرح جیسے کسی آواز کے جواب میں حامی بھر رہی ہو، پھر وہ کبل پر دراز ہو گئی۔

عورت نے پھر جس انداز سے خود کو ڈینی کے سپرد کیا وہ حیرت ناک تھی۔ کمال کی بات یہ تھی کہ وہ شیل کو اس وقت بھی کان سے لگائے ہوئے کچھ سن رہی تھی اور اپنے سر کو بار بار اثبات میں ہلا رہی تھی۔

بعد میں ڈینی نے جب اس سے شیل واپس کرنے کے لیے کہا تو وہ کسی طرح تیار نہ ہوئی، پھر دونوں میں لپاڑگی ہونے لگی۔ وہ ڈینی سے الجھی ہوئی تھی اور شیل کو کسی طرح جدا کرنے پر تیار نہ تھی۔ اسی موقع پر مجھے ڈینی کا نام معلوم ہوا تھا۔ کیونکہ عورت نے چیخ کر کہا۔

”ڈینی پکیز۔ اسے مت لو۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔“

مگر ڈینی نے ایک نہیں سنی تھی۔ ”کمال کرتی ہو۔ میں نے جب اسے سنا تھا۔ میں فوراً ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ عورتوں پر کس طرح اثر انداز ہوگا۔ میں نے اس کا تجربہ تمہارے اوپر کیا تھا اور اب میں جان گیا ہوں۔ اگر یہ تم پر اثر ڈال سکتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی عورت بھی اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتی۔“

مجھے ڈینی کی باتیں اچھی نہیں لگی تھیں۔ اس نے بڑے پیار سے شیل کو دیکھا تھا اور عورت سے چلنے کے لیے کہا تھا۔ مجھے اس کا یہ رویہ اچھا نہیں لگا تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل اس کا رویہ عورت کے ساتھ کچھ اور تھا۔

پھر جب یہ دونوں کار میں رخصت ہو گئے تھے تو میں سمجھا تھا کہ اب میں اس شخص کو شاید پھر کبھی نہیں دیکھوں گا۔ کیونکہ اس بار وہ شیل کو ساتھ ہی لے گیا تھا۔

مگر وہ مجھے بھڑکھائی دیا تھا۔ میرا خیال ہے غالباً اس شیل نے سمندر سے دور ہو کر اپنا اثر دکھانا بند کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے جو تنویمی اثر یہ عورتوں کے کانوں میں ڈالتا تھا، وہ سمندر کی لہروں سے کوئی تعلق رکھتا ہو۔

بہر حال ڈینی دوسرے دن سہ پہر کو آیا تھا۔ میں جانے کی

سوچ رہا تھا، مگر جب میں نے اس کے ساتھ ایک نئی لڑکی دیکھی تو میں رک گیا۔

یہ لڑکی پہلی والی سے مختلف لگتی تھی۔ یہ گڑیا جیسی نرم اور تروتازہ تھی۔ عمر بھی اس کی کم تھی اور یہ بھی کم حسین نہ تھی، ایک بات اور تھی۔ یہ ڈینی سے ذرا دور ہی دور بیٹھ رہی تھی۔ کبل پر یہ سکرسمٹ کر بیٹھی تھی۔ اس نے شراب بھی نہیں قبول کی اور بولی۔

”میں تو یہاں صرف اس نایاب شیل کے لیے آئی ہوں۔ مجھے دکھاؤ اور دیکھو میرے پاس آنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں پتھر سے تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔“

مجھے اس کی بات پر بے حد خوشی ہوئی۔ بے شک یہ لڑکی اچھی تھی۔ ڈینی مکاری سے مسکرایا۔ اس نے شیل برآمد کیا۔ بچوں کی مانند دلچسپی سے لڑکی نے اسے لے لیا اور اسے اپنے گلابی کان سے لگا لیا۔

اور پھر وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ لڑکی ایک دم سے جو شیل نظر آنے لگی۔ اس کا منہ کھل گیا تھا اور ہونٹ بھگ گئے تھے۔ اس نے ڈینی کی کسی بات پر بھی مزاحمت نہیں کی اور اس تمام عرصے میں اس نے بھی شیل کو بہر حال کان سے الگ کرنا پسند نہیں کیا تھا۔ وہ مسلسل اسی طرح اثبات میں سر ہلا رہی تھی جیسے شیل سے نکلنے والی کسی بات پر حامی بھر رہی ہو۔

بعد میں اس نے شیل کے لیے ڈینی سے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ جب ڈینی نے اس کے ہاتھ سے شیل چھین لیا تو اس نے اپنا ہاتھ ریت سے صاف کیا۔ اس نے ہاتھ کو کئی بار ریت پر رگڑا جیسے کسی سخت چیز کو چھڑا رہی ہو۔

میں نے اس کے پچھڑے ہوئے چہرے سے ذرا دیر کے لیے نظریں ہٹالیں اور اس پتھر کو دیکھا جسے بے خیالی میں میں نے اٹھا رکھا تھا۔ میں اس سے ڈینی کا سراطمینان سے توڑ سکتا تھا لیکن افسوس، جو کچھ ہوا تھا وہ لڑکی کی مرضی سے ہوا تھا۔ بھلا میں کس طرح مداخلت کر سکتا تھا اور پھر میں تو ہمیشہ سے اس بات کا قائل تھا کہ میں اپنے کام سے کام رکھوں۔

خیر۔ اس لڑکی اور پہلی والی لڑکی کے بعد ڈینی کئی لڑکیوں کو یہاں بیچ پر لایا۔ مجھے ان کی تعداد یاد نہیں۔ البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ ان میں کچھ غیر ملکی لڑکیاں بھی تھیں اور کچھ خانہ بدوش عورتیں بھی۔

آپ یقین نہیں کریں گے کہ شیل کو کان میں لگانے کے بعد یہ عورتیں کیا بن جاتی تھیں۔ شاید وہ مراعات کسی بادشاہ کے حرم کی عورتیں بھی نہ دیتی ہوں گی جو ڈینی کو مل جاتی تھیں۔ لگتا تھا جیسے کوئی وحشی روح ان کے اندر حلول کر جاتی تھی۔ میرے لیے انہیں دیکھنے کا یارا نہیں رہتا تھا۔ اس کے باوجود میں مسلسل ادھر آ رہا تھا اور وہ عورتیں بھی جیسے شیل کی آواز کی

غلامی پر مجبور تھیں۔

شاید آپ نے سوچا ہوگا کہ پھر ڈینی تو اکتا گیا ہوگا۔ جی نہیں تو بہ نتیجے۔ یہ سلسلہ تاحال جاری رہا۔

وہ یقیناً ”جتنے کا دن تھا جب ڈینی ایک خاصی کم سن لڑکی کو لایا۔ میں حسب معمول بیٹھا ہوا سمندر کو دیکھ رہا تھا اور ان مخلوقات کو دیکھ رہا تھا جو سمندر میں جنم لیتی ہیں اور اسی میں مر جاتی ہیں مگر ڈینی کو جو شیل ملا تھا یہ کوئی بہت عجیب شے تھا۔ سمندر کی نہ جانے کیسی اندھی گھرائیوں سے اس نے جنم لیا تھا۔

جب ڈینی اس کلی جیسی لڑکی کو لایا تو اس کے ہاتھ میں یہ شیل دبا ہوا تھا۔ جب کبل پر بیٹھ کر ڈینی نے اسے لڑکی کو دیا تو مجھے احساس ہوا کہ اس شے کی سطح اب اتنی چمکیلی نہیں رہی ہے۔ لڑکی نے جب اسے ہاتھ میں لیا تو مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ پھسلا ہو۔ بہر حال اس نے اسے کان سے لگالیا تھا۔ اس کے ماتھے پر کچھ شکنیں سی ابھریں، پھر اس نے زبان پھیر کر اپنے لب ترکے، لیکن نہ تو وہ ایک دم پر ہجان ہوئی نہ اس کی آنکھوں سے خوابیدگی ظاہر ہوئی اور نہ ہی اس نے دوسری عورتوں کی طرح سر ہلایا اور نہ ہی کوئی ترغیب انگیز حرکت کی۔

میں نے سنا۔ ڈینی برہمی سے بولا تھا۔ ”میری! ذرا ٹھیک سے اسے کان سے لگاؤ اور غور سے سنو۔“

”میں سن رہی ہوں۔“ لڑکی نے کہا۔

”کیا سن رہی ہو؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ اس نے کہا۔ ”صرف ایک ہلکی سی سرسراہٹ ہے، اور بس۔“

”غور سے سنو۔“ ڈینی نے کہا اور اس کے ہاتھ کو پکڑنا چاہا۔ لڑکی نے ہاتھ جھٹک دیا۔ ”یہ کیا کر رہے ہو؟“ وہ برہمی سے بولی۔

”شیل کو غور سے سنو۔“ ڈینی نے جھنجھلا کر کہا اور دوبارہ ہاتھ بڑھایا۔

لڑکی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ شیل کام نہیں کر رہا ہے اور پھر لڑکی نے اسے ڈینی کی سمت پھینک دیا اور اپنا ہاتھ اسکرٹ سے رگڑنے لگی۔ اس کے بعد وہ پوری قوت سے راستے کی طرف بھاگنے لگی۔

ڈینی نے لڑکی کو چلا جانے دیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے تھے۔ وہ الجھا ہوا تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے کیا فکر لگی ہوگی۔ اس نے شیل کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور کچھ بڑبڑایا۔

اس لیے لمحے ہوا کا رخ بدل گیا۔ وہ اب سمندر کی طرف سے آرہی تھی۔ ایک لہر نے کافی کچھ ساحل پر اگل دی۔ میں نے بڑھتی ٹھنڈک سے بچنے کے لیے اپنا پل اوور کس لیا۔

ڈینی نے شیل کو گالی دی اور اسے زور سے ہلایا۔ اس کے بعد اس نے اسے کان سے لگالیا۔ لمحہ بھر میں اس کا غصہ غائب ہو گیا۔ اس نے کان سے لگائے لگائے اسے پھر قوت سے ہلایا۔ ”معا“ یہ شیل جیسے اس کے کان سے چمٹ گیا۔ چونے کی سی آواز کے ساتھ جو کھوکھلی چٹانوں میں گونجی تھی۔ ڈینی بڑے زور سے چیخا مگروہاں میرے سوا تھا ہی کون جو اسے سنتا پھر وہ زمین پر کروٹ کے بل گر گیا اور مچلنے لگا۔ شیل بدستور اس کے کان کے ساتھ اس طرح پکڑکا ہوا تھا جیسے اس کے اندر پنچ نکل آئے ہوں اور ڈینی کے گوشت میں پیوست ہو گئے ہوں۔

وہ ریت پر بری طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا اور اس کے چاروں طرف اس کو شش کی بنا پر ریت اڑا کر بکھر رہی تھی۔ وہ اس گرد میں بالکل چھپ گیا تھا۔ پھر میں نے گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ شے جو ڈینی کے چہرے سے چمٹی تھی۔ اس کے سر کو دکھا رہی تھی شاید، پھر جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا کہ وہ شیل تو اب اس سنسان بیچ پر پڑا ہوا ہے مگر ڈینی وہ وہاں کہیں نہ تھا اور وہ شیل اس طرح پھول گیا تھا، جیسے کوئی جو تک خون پی کر پھول جاتی ہے۔

ایک بادل آسمان پر تیرا۔ سورج کی روشنی شیل سے ٹکرا کر منعکس ہوئی، اور مجھے یوں لگا جیسے یہ شیل ترو تازہ ہو گیا ہو اور اب بیچ پر پڑا ہوا یہ پھر کسی اور کے انتظار میں ہو۔

بہ آہستگی میں ریت پر چلا۔ میں نے اپنی قشنگ راڈ کو اس شیل کے بدن تلے گھسایا۔ یہ خاصا وزنی تھا مگر میں نے اسے کسی طرح پلٹتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں آنے والی کوئی لہر واپسی پر اسے اپنے ساتھ سمندر کی گھرائیوں میں لے جاسکتی تھی۔

جس وقت یہ پانی میں گرا۔ مجھے کچھ بلبلاہٹ کی آواز سنائی دی۔ یہ ایک مدھم سی آواز تھی۔ جیسے جنسی الفاظ پر مبنی کوئی گیت گنگنا جا رہا ہو، جو کچھ یہ آواز کہہ رہی تھی۔ اس میں عجب سی پراسراریت تھی۔ استقامت تھا۔ حکم تھا، اور یہ کسی اور ہی دنیا کی زبان محسوس ہوئی تھی۔

میں نے اسے نہیں سنا اور جلدی سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور بیچ سے راستے کی طرف دوڑنے لگا۔ بلاشبہ الفاظ ضرور مختلف اور اجنبی تھے لیکن وہ حلق جس سے یہ نکلے تھے میرے لیے اجنبی نہ تھا۔ یہ۔۔۔ سو فیصد ڈینی کی آواز تھی۔

پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لیے رابطہ
وائس ایپ نمبر 03045503086